آزادئ نسواں اور فاطمۃ الزہراؑ

محترمہ سیدہ کمیل فاطمہ صاحبہ

آزادئ نسواں ہمارے زمانے کا سب سے زیادہ سلگتا ہوا سوال ہے۔ ہر پلیٹ فارم پر ہر محاذ پر ہر اسٹیج پر ہر محفل میں ہر مجلس میں آزادئ نسواں کا نعرہ سنائی دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے عورت ہمارے زمانے کی سب سے مظلوم قوم ہے۔ جس سے زندہ رہنے کے انسانی حقوق بھی چھین لئے گئے ہیں۔ اور اس دور کے تمام دانشور مل کر اس کو اپنے رحم و کرم کی بھیک دے کر اس مظلومیت سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں۔

جب کہ یہ امر بھی اظہر من الشّمس ہے کہ زمانے نے ہر اعتبار سے ترقی کی ہے۔ علمی اعتبار سے، اخلاقی اعتبار سے، معاشرتی اور معاشی اعتبار سے بھی ہمارا زمانہ بے حد ترقی یافتہ زمانہ کہلاتا ہے۔ اسی لئے یہ سوال اٹھتا ہے کہ اتنے ترقی یافتہ دور میں جہاں ہر شے نے ترقی کی ہو اور ہر متنفس کو آزادی کی سانس لینا نصیب ہوا ہو وہاں خواتین ہی مظلوم و محروم کیوں رہیں؟ کہ ان کو ظلم سے نجات دینے کے لئے آزادئ نسواں کا نعرہ بلند کیا جائے؟ یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آزادئ نسواں کا یہ نعرہ حقیقی ہے یا اس کے پس منظر میں کچھ اور ہے؟

زیر نظر مقالے میں ہم نے خواتین کی موجودہ حالت، آزادئ نسواں کے نعرہ کا پس منظر اور اسی تناظر میں جناب فاطمۃ الزہراؑ کے اسوۂ حسنہ کے آئینے میں اس کا موازنہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

عصر حاضر میں خواتین دنیا کے ہر شعبۂ زندگی میں دخیل نظر آتی ہیں۔ ہوائی جہاز کی پائلٹ سے لے کر بس کی کنڈکٹر تک اور آفس میں کام کرنے والی کلرک سے لے کر وزیر اعظم تک ہر عہدے اور ہر مقام پر عورتوں کی رسائی ممکن ہے۔ اور اب تو ہندوستان جیسے عظیم ملک میں بھی پارلیمنٹ کی نشستوں تک میں خواتین کے لئے رزرویشن کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ عورتوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف سخت قوانین بنا دیئے گئے ہیں۔ ہمارے یہاں ایسی عدالتیں موجود ہیں جن میں عورتوں کو ان کا قانونی حق دلوایا جاتا ہے۔

چنانچہ جس شعبۂ حیات پر آپ نظر ڈالیں یہ حوّا کی بیٹی آدم کے بیٹے کے شانہ بہ شانہ شریک سفر ہے۔ بلکہ اس سے آگے نکل جانے کی کوشش میں سرگرداں ہے۔ اس سارے سفر نامہ اور ان تمام مناظر میں اگر آپ غور کریں تو عورت کے تعلق سے اس ترقی یافتہ دور میں ایک چیز ہے جو ہمیں کہیں نظر نہیں آتی، وہ ہے گھر اور خاندان۔ ترقی کے جوش میں آج

کا انسان یہ بھول گیا کہ عورت چاہے کچھ بھی بن جائے، زندگی کے ہر میدان میں چاہے کتنے بھی کارنمایاں انجام دے لیکن اگر وہ ایک اچھی ''ماں'' نہ بن سکی تو وہ ناکام ہے۔ دراصل وہ ایک ایسے کارخانہ کی سربراہ ہے جہاں انسان تیار ہوتے ہیں۔ اور اگر آپ غور سے دیکھیں تو یہ کارخانے ''جوتے'' اور ''پستول'' بنانے والے کارخانوں سے کچھ کم ضروری تو نہیں ہیں۔ ان کارخانوں کے لئے جن صفات اور قابلیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ فطرت نے سب سے بڑھ کر عورت کو دی ہیں۔ اگر یہاں قابلیت، سلیقے اور دانشمندی سے کام لیا جائے تو ان کارخانوں سے اعلیٰ درجہ کے انسان تیار ہو سکتے ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے زمانہ نے آزادئ نسواں کے نام پر عورت کو اپنے بزنس کے لئے ایک درجہ تو دے دیا، آزادی تو دے دی لیکن ماں کے درجہ سے محروم کر دیا۔ عورت کے مقدس و پاک رشتوں کے سارے شیرازے منتشر ہو گئے۔

یہ ہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ آخر آزادئ نسواں سے ہمارے زمانہ کی مراد کیا ہے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے۔ خدائے واحد و یکتا کے اس نظام سے بغاوت کرنا چاہتا ہے جس نے انسان کی دو اصناف بنائی ہیں ایک مرد اور ایک عورت، کیا پروردگار عالم کی یہ تخلیق عبث ہے جو اب بغاوت کر کے ان دونوں تخلیقات کو ایک کر دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ عورت اور مرد کے دائرۂ عمل کو الگ کرنا خود فطرت کا تقاضہ ہے۔

خداوند عالم نے دونوں قسم کی خدمات کے لئے عورت اور مرد دونوں کو الگ الگ صفات دیئے، الگ الگ قوتیں دیں، جس کو فطرت نے ماں بننے کے لئے پیدا کیا ہے اس کو صبر و تحمل بخشا ہے، اس کے مزاج میں نرمی پیدا کی اس کو وہ چیز دی جس کو مامتا کہتے ہیں۔ وہ ایسی نہ ہوتی تو ہم اور آپ بخیر پل کر جوان نہ ہو سکتے تھے۔ سخت مزاجی، قوی اعضا، بلند ہمتی مردوں کو اس لئے دی کہ ان پر بھاری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ آج اگر آپ اس تقسیم کو مٹانا چاہتے ہیں تو پھر یہ فیصلہ کر لیجئے کہ اب دنیا کو ماؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی ہی مدّت گزرے گی کہ انسان ایٹم بم اور ہائڈروجن بم کے بغیر ہی ختم ہو جائے گا۔

تو اب آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ قدرت نے جو تقسیم ان دونوں اصناف کے درمیان خود کی ہے اسے ختم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ خود انسان بھی اس بات کو جانتا ہے کہ اپنے خالق سے بغاوت ممکن نہیں۔ تو پھر کوئی اور امر ہے، کوئی اور غرض ہے جس کے حصول کے لئے وہ آزادئ نسواں کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔

عورتوں کی آزادی کا علمبردار ہونے کا دعوے دار ہمیشہ سے یورپ رہا ہے جس نے خود اپنے معاشرے میں عورت کو انتہائی گھناؤنا اور گھٹیا مقام دے رکھا تھا۔ یہاں تک کہ معمولی ضرورتوں کے لئے جو انسانی ضروریات ہیں اس میں بھی عورت کو مرد کا دست نگر بنا رکھا تھا وہی یورپ جس میں آج بھی بنیادی طور پر مرد ہی سماج پر حاوی ہے۔ اس نے اپنی مردانہ ''انا'' کی تسکین کے لئے عورت کو گھر سے

نکالا اور اب بازار میں لے آنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح اپنے دو مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے:-

۱۔ عورت کو عریاں کرکے جنسی مفاد حاصل ہو۔

۲۔ عورت تجارتی اغراض و مقاصد میں اس کے کام آئے۔

غور کیجئے ہر (Reception) ریسیپشن پر عورت ہی کو کیوں بٹھایا جاتا ہے۔ ہر (Sales Counter) سیلس کاؤنٹر پر سیلز گرل ہی کیوں ہوتی ہے، مال کے اشتہار پر عورت ہی کی تصویر کیوں دی جاتی ہے؟ اور وہ بھی نیم برہنہ۔ اس طرح عورت عوام الناس کے جذبات کو برانگیختہ کرکے سامان عشرت کی خریداری پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس برہنگی کی نمائش کو ''آزادیٔ نسواں'' کا نام دیا جاتا ہے۔ غور کیجئے یہ نسوانی آزادی ہے یا شہوت رانی؟

عصر حاضر میں مقابلۂ حسن بھی روز بروز بڑھتے جارہے ہیں۔ ہر کمپنی اپنی تشہیر کے لئے ایک مقابلۂ حسن برپا کردیتی ہے۔ اور حیا کی دیوی کو برہنہ کرکے اس کے حسن کی نمائش لگائی جاتی ہے اور اس طرح ذوق جمال کو شوق وصال تک پہنچادیا جاتا ہے۔

کیا اسی کو آزادیٔ نسواں کہا جائے؟

اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ علمبرداران آزادیٔ نسواں صرف یہ ہی تو نہیں کرتے عورتوں کو عدلیہ میں، انتظامیہ میں اور شوریٰ میں بھی برابر کا موقع دیئے جانے کا چرچا ہے۔

ہم کہیں گے کہ یہ صحیح ہے کہ ان مقامات پر خواتین کی خدمات جاری ہیں۔ لیکن یہ بتایئے کہ کیا اس سے پہلے ہمیشہ صالح معاشرہ میں صالح خواتین عدلیہ، انتظامیہ اور قانون ساز اداروں میں فعّال خدمات انجام نہیں دیتی رہی ہیں؟ لیکن یہ بھی واضح ہے کہ کسی بھی صالح معاشرہ میں یہ صالح خواتین بے پردہ نہیں ہوئیں۔ آج اگر خواتین ان مذکورہ شعبہ ہائے زندگی میں دکھائی دیتی ہیں تو برہنگی کے ساتھ اور پھر کتنی عورتیں ہیں جو ان جلیل القدر عہدوں پر فائز ہیں اور جو خواتین ان عہدوں پر فائز ہیں یا فائز رہیں تو ان کی خدمات کا ماحصل بھی غور فرمایئے کہ ایک محدود مقام پر محدود افراد کو ہی متاثر کرسکیں۔ اور وہ بھی اپنے اسلامی وقار اور نسوانی حیا کو کھوکر۔ یہ کہنا میری اپنی جرأت نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم کے ۲۴ویں اور ۳۳ویں سورہ میں تفصیل کے ساتھ احکامات موجود ہیں۔ ان میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ۔

''وہ اپنے حسن اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرتی پھریں گھروں سے باہر نکلنا ہو تو (حجاب) اپنے اوپر ایک چادر ڈال کر نکلیں اور بجنے والے زیور پہن کر نہ نکلیں۔''

(سورہ نور آیت ۳۱)

غور فرمایئے آج ہمارے سماج میں جنسی بے راہ روی کا تناسب ہر زمانے سے زیادہ ہے۔ کیا یہ نام نہاد نسوانی آزادی کے ثمرات ہلاہل میں سے ایک نہیں ہے؟

آزادیٔ نسواں کے اس مشاہدہ کے بعد اب یہ مناسب ہوگا کہ ہم اسلام اور مدرسین اسلام و معصومین علیہم السلام کی

حیات طیبہ پرغور کریں اور دیکھیں کہ ان کی سیرت میں نسوانی احترام وآزادی کے پیمانے کیا ہیں؟ اور چوں کہ فاطمۃ الزہرؑا معصومین اطہار میں تنہا خاتون ہیں جومعصومہ بھی ہیں۔ام الائمہ بھی ہیں اس لئے ہم انھیں کی حیات طیبہ کواسوۂ نسوانی مان کر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

قرآن حکیم نے مردوں کوعورتوں کے لباس کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔

گویا قرآن حکیم نے ہمیں بتایا کہ جس طرح لباس سے انسان کی حیثیت متعین ہوتی ہے کہ وہ کس حیثیت کا مالک ہے، کتنی طہارت و پاکیزگی ہے، کس ذوق کا مالک ہے، یہ تمام چیزیں ظاہری لباس سے ہی پتہ چل جاتی ہیں۔ پھرلباس ایک ایسی چیز ہے جوجسم کی حفاظت کرتا ہے، گرمی وسردی سے بچاتا ہے، برہنگی سے بچاتا ہے۔قرآن کریم کا اشارہ ہے کہ عورتیں تمہاری زینت کا باعث بھی ہیں،تمہاری حیثیت بھی ان سے متعین ہوتی ہے۔وہ تمہاری اولاد کی محافظ بھی ہیں۔

اب ہمیں دیکھنا ہے اس آیت کریمہ کی صحیح مصداق شہزادی جناب فاطمۃ الزہرؑا کا اسوہ کیا ہے۔مشہور واقعہ ہے کہ جب مولائے کائنات کا عقد مبارک جناب فاطمہ زہرؑا کے ساتھ ہوچکا تو دوسرے دن پیغمبر اسلامؐ بیٹی کے گھر تشریف لائے۔اور داماد سے سوال کیا یا علیؑ! تم نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا۔حضرت علیؑ نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ تمام خواتین عالم کے لئے نشان راہ ہے۔اور صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمۃ زہرؑا کی عظمت کردار کواور اس کے اعتراف کو ان کے معصوم شوہر کی زبانی ظاہر کررہا ہے۔نیز کل مومنات کے لئے مرجع تقلید ہے۔آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ عبادت خدا میں بہترین مددگار ہیں۔یہ ہے آیت قرآنی کا عملی مصداق کہ عورتیں مردوں کا لباس ہیں۔

پروردگار عالم نے نوع انسانی کو دو اصناف میں تقسیم کیا۔صنف مرد، اور صنف عورت۔اللہ اگر چاہتا تو ایک ہی صنف کافی تھی۔لیکن دو اصناف خدا نے بنائی ہیں تو اسی مقصد کے تحت کہ دونوں کو دو اہم ترین ذمہ داریاں سپرد کیں۔خارجی ذمہ داریاں مرد کو اور داخلی امور خانہ داری عورت کو۔اور ان سب سے بڑھ کر افراد سازی کا کام۔ اس فریضہ کے بارے میں پہلے بھی عرض کر چکی ہوں کہ یہ بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ذرا غور کیجئے کیا اس سے بڑا کوئی منصب عورت کے لئے ممکن تھا۔چنانچہ شہزادئ عالم کو اگر اس منزل پر دیکھا جائے تو عالم یہ ہے کہ معصومۂ عالم نے امت کو دو جلیل القدر امام دیئے جو معصوم بھی ہیں اور ایسے معصوم کہ ان کے دامن عصمت پر ترک اولیٰ بھی نہیں ہے۔ اگر عورتوں میں افراد سازی کی تو اس طرح کہ وہ دو شہزادیاں جن کے نام زینب اور ام کلثوم ہیں زمانے کو پیش کیں جنھوں نے معصوم اماموں کے ساتھ اسلام کو باقی رکھنے میں پورا تعاون دیا۔

علاوہ ازیں یہ بھی طرۂ امتیاز ہے کہ دنیا میں آپ واحد بی بی ہیں جنھیں ام ابیہا کہا گیا اور وہ بھی زبان وحی ورسالت سے۔یہ شرف صرف آپ کی ذات کو حاصل ہے۔

اقوام عالم کو اتنے بہترین افراد عطا کرنے کا اعزاز جو

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو حاصل ہوا یہ ان کی شخصی آزادی کا مظہر نہیں ہے۔ اولاد میں اپنے پرتو کو پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور اقوام کی اس سے بڑی کوئی خدمت نہیں ہے۔ یہ خدمت تمام انتظامی امور پر مقدم ہے۔ تو میں عرض کروں گی کہ پھر عورت کو کیوں مظلوم و بے سہارا اور ذلیل سمجھا جائے۔

دوسری اہم چیز پردہ ہے جس کا شروع میں تذکرہ آچکا ہے۔ سورۂ نور کی ۳۱ویں آیت میں اس کا واضح حکم موجود ہے۔ اس کا درس عظیم بھی ہمیں شہزادی کے اسوۂ حسنہ سے ملتا ہے۔ پردہ سماج کی برائیوں اور بے راہ روی کا سدّ باب ہے۔ انسانی سماج کو صالح ترین معاشرہ بنانے کے لئے سب سے زیادہ ضروری شے ہے۔ بے حجابی گناہوں کو جنم دیتی ہے اور گناہ گار سماج اسلام کا مقصود سماج نہیں ہے۔ معاشرہ اگر صالح نہیں ہوگا تو شرّی ہو جائے گا اور شرّی سماج یکساں طور پر عورت و مرد کے تحفظ کے لئے وبال جان ہے۔ تحقیق کا عمل مفقود ہو جاتا ہے اور شیطانیت ہر جگہ انسانوں کے بیچ رقصاں ہو جاتی ہے یہ صورت حال انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے ہر انسان کے صرف اور صرف خسارے کا سبب ہے، نفع کا باعث ہو ہی نہیں سکتی۔

اس لئے بلا خوف بلا تردید کہا جا سکتا ہے کہ صالح انسانی سماج بے پردہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد ملاحظہ فرمایئے کہ پردہ کے سلسلہ میں اسوۂ بتول کیا ہے۔ صدیقۂ طاہرہ وہ صاحب نظر ہیں کہ جب رسول اکرمؐ کے سوال پر کہ عورت کے لئے سب سے بہتر شے کیا ہے کوئی جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر شے یہ ہے کہ نہ مرد اسے دیکھیں اور نہ وہ مردوں کو دیکھے۔ غور فرمایئے کہ اس جواب سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا کہ پردہ صرف عورت ہی کی ذمہ داری نہیں بلکہ پردہ کے قیام میں مرد کو بھی برابر کا شریک ہونا پڑے گا۔ اسی طرح دوسرے موقع پر آپ نے خواتین کے جنازے کو کھلے طور پر لے جانے کو ناپسند فرمایا اور اپنے لئے تابوت پسند فرمایا کہ کسی کو قد و قامت کا بھی اندازہ نہ ہو سکے۔ اس طرح آپ نے اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیا کہ پردہ صرف حیات تک ہی محدود نہیں بلکہ روح کے قفس عنصری سے پرواز کر جانے کے بعد بھی پردہ رہتا ہے۔ ایک تیسرا واقعہ پردہ کے سلسلے میں علماء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک نابینا صحابی درِ فاطمہؑ پر تشریف لائے تو آپ نے یہ کہہ کر اجازت مرحمت نہ فرمائی کہ صحابی نابینا ہیں تو کیا ہوا! میں تو نابینا نہیں ہوں۔ اس طرح امت کی مومنات کو اپنے اسوہ کے ذریعہ پردہ کا درس عنایت فرمایا۔ یہ ظاہر فرمایا کہ پردہ کوئی قید نہیں ہے۔ بلکہ سماج کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے خواتین کی جانب سے ایک تحفہ ہے۔

اسوۂ فاطمہؑ میں آزادئ نسواں کی ایک اور نمایاں دلیل خطبۂ فدک ہے۔ اس موقع پر بی بی نے امت کی خواتین کو یہ درس عنایت کیا ہے کہ حق کی خاطر اور باطل کی سرکوبی کے لئے دربار شہنشاہ میں جا کر بھی کلمۂ حق بلند کیا جانا چاہئے۔ اس خطبہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ پردہ نشیں کوئی غلام یا قیدی نہیں باطل کے خلاف عزم مصمم بھی ہو سکتا

ہے۔

اس ضمن میں تیسری شے صبر ہے۔ سماج کی فلاح وبہبود بغیر صبر کے ممکن نہیں حرص بھی سماج کو تباہ وبرباد کردیتی ہے آج اپنے چاروں طرف نظر دوڑائیے ہر طرف حریص افراد کی بھیڑ ہے جو سامان تعیّش کے حصول کی خاطر ہر بے ایمانی کو ایمان، ہر ناجائز کو جائز اور ہر حرام کو حلال بنائے ہوئے ہیں۔ ایک دوڑ ہے جس میں ہر شخص شامل ہے کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ وسائل اسے میسر آجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماج جرائم پیشہ ہوگیا ہے صبر وقناعت ان سماجی جرائم سے چھٹکارے کا سبب ہوسکتے ہیں۔

جناب فاطمہؑ کی حیات طیبہ پر ایک نظر فرمایئے تو صبر کی کوئی انتہا ہی نہیں قرآن کریم میں سورۂ دہر شاہد ہے تین یوم کے مستقل روزے تینوں کا افطار سائل کے سپرد ہوا۔

علاوہ ازایں یہ واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ ملیکۃ العرب تھیں مگر آپ نے کبھی راحت وآرام اور زیب وزینت کی زندگی کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے کردار کو ایک نمونۂ عمل بنا کر پیش کیا۔ آپ کے والد محترم مختار کائنات تھے اور آپ ان کی اکلوتی بیٹی تھیں مگر آپ نے کبھی اس رشتے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تمام زندگی زحمت اور مصیبت برداشت کرتی رہیں۔ آپ کے شوہر امیرالمومنینؑ تھے لیکن تمام زندگی کسی طرح کی کوئی فرمائش نہیں کی۔ آپ کے فرزند سرداران جوانان جنت ہیں جن کے لئے لباس وطعام جنت موجود تھا مگر آپ اس کے باوجود فاقوں میں زندگی بسر کرتی رہیں۔

آپ کو رب العالمین نے پانچ اولادیں عطا کیں مگر سب کو راہ خدا میں قربان کردیا صبر ورضا کا اس سے بڑا نمونہ کسی زمانے میں کسی خاتون نے پیش نہیں کیا سوائے بتول سیدۂ عالم کے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ آپ کا صبر مومنات اسلام کے لئے ایک اسوۂ حسنہ رہے اور معاشرہ اسلامی صبر کی دولت سے مالا مال ہوکر صالح بن سکے۔

مثالیں بہت دی جاسکتی ہیں مگر اختصار ضروری ہے اس لئے ان چند مثالوں پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ تاکہ مومنات ان پر عمل پیرا ہوکر اس مغربی پروپگنڈہ کا شکار ہونے سے بچ سکیں جو ہماری عصمت وعفت کی تاک میں بیٹھا ہے۔ آزادئ نسواں کا غلط مطلب سمجھا کر معاشرے کو شر کی بھٹی میں ڈھکیل کر اپنی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنے مہنگے ہتھیار بیچنا چاہتا ہے تاکہ معاشرہ بدامنی اور استحصال کا شکار رہے اور یہ مفاد پرست لوگ اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہیں۔

بنا لیتا ہے موج خون دل سے خود چمن اپنا
وہ پابند قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

آخر کلام میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت فاطمہ زہراؑ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مغربیت کے دام فریب میں پھنسنے سے ہماری بچیوں کو محفوظ رکھے اور ہم ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرسکیں جن کو بیان کرنے کی طاقت زبان وقلم میں موجود نہیں اور جو یقیناً احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔

زوجیت سے بڑھ گئی شان صفات مرتضیٰ
فاطمہؑ زینت دہ اوصاف شوہر ہوگئیں

☆☆☆